اولاد کی معاشی اورا قتصادی تعلیم وتربیت کا فقہی جائزہ

تحریر: ڈاکٹر محمد لطیف مطہری[1]

چکیدہ:
اسلامی تعلیم وتربیت کے مختلف شعبے ہیں جن میں سے ایک اولاد کی معاشی اورا قتصادی میدان میں اسلام کی معاشی تعلیمات کے عین مطابق تعلیم وتربیت ہے۔ والدین جس طرح اولاد کے عقائد، عبادات، اخلاقیات، احساسات کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہیں اسی طرح ان کی سیاسی، سماجی، اجتماعی معاشی اورا قتصادی تعلیم وتربیت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ معاشی اورا قتصادی تربیت سے مراد بچوں کو معاشیات کے میدان میں موجود اخلاقی اصولوں کے بارے میں آگاہی دینا ہے تاکہ وہ معاشی مسائل میں اسلام کے ان ارزشمند اخلاقی اصولوں کی پاسداری کریں اور اسلامی معاشی نظام کی شناخت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پہچان سکیں۔ اس موضوع پر فقہی تحقیق اس سلسلے میں اسلامی نقطہ نظر کو واضح کر سکتی ہے کہ اولاد کی معاشی اورا قتصادی تربیت کا ذمہ دار کون ہے؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت کی ذمہ داری والدین پر پر واجب ہے؟ یا خود بچوں کے لیے معاشی اورا قتصادی شعبے میں تعلیم حاصل کرنا واجب ہے؟
اس تحقیق میں ہم تجزیاتی اور اجتہادی طریقہ سے آیات اور احادیث کی روشنی میں اولاد کی معاشی اورا قتصادی تربیت کے حوالے سے والدین اور مربی کے فرائض بیان کی ہے۔ بعض دلائل کے مطابق والدین پر اولاد کی معاشی اور اقتصادی تربیت کرنا واجب اور بعض دلائل کے مطابق مستحب ہے۔ بنابراین والدین کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اورا قتصادی تعلیم و تربیت کریں۔

کلیدی الفاظ: دینی تربیت، سماجی تربیت، اجتماعی تربیت، تعلیم وتربیت۔

---

[1]۔ اسلامک ریسرچ اسکالر، پی۔ایچ۔ڈی، شعبہ فقہ تربیتی، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران

تاریخ وصول: ۲۰۲۳-۱-۱ تاریخ تائید: ۲۰۲۳-۴-۵

مقدمہ:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔انسان کی خلقت کا مقصد معرفت اورقرب خداوندی حاصل کرنا ہے۔ اسلام دین تعلیم و تربیت ہےاسی لئے خداوند متعال نے انسان کی تربیت کا بندوبست انسان کی تخلیق سے پہلے فراہم کیااور انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اس کے اندر ایسی صلاحیت ودیعت کی کہ جس کے ذریعہ انسان اگر اپنے وجدان کی طرف توجہ کرے تو اس کا وجدان اسے رہنمائی کرے۔خداوند متعال نے صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی میدان میں بھی انسان کی تربیت کا سامان فراہم کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان کامل، مربی اور انبیاء بھیجے تاکہ وہ انسان کو اس کی فطرت کے مطابق تربیت کرے۔قرآن کریم انبیاء الٰہی کی بعثت کے اہداف میں سے ایک انسان کی تعلیم وتربیت کو قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: (هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ ءَایَاتِهِ وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَة)[1] اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہی میں سے تھے تاکہ وہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی کوشش یہی تھی کہ انسان کی اندرونی طاقت واستعداد مثبت پہلوؤں کی طرف گامزن ہو، اور وہ کمال اور سعادت کی بلندیاں طے کرے۔ اللہ تعالی قرآنِ کریم سورۂ آلِ عمران میں اِس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتاہے: (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ إِذْ بَعَثَ فِیهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ وَ إِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِینٍ)[2] ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اِس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔امام خمینی رہ فرماتے ہیں: خدا کی طرف سے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں وہ سب انسان کی تربیت اور انسان سازی کے لئے آئے ہیں۔ اسلامی تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضرورتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے خواہ مادی ہوں یا معنوی، جسمانی ہوں یا روحانی۔خداوند متعال نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوزا ہے جن میں سے ایک عظیم نعمت اولاد کی نعمت ہے۔ دین اسلام نے اس عظیم نعمت کے حوالے سے والدین کے اوپر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی ہیں جن میں سے ایک اہم ذمہ داری اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے۔ بچے اس ننھے پودے کی مانند ہے جسے ہر قسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ کر ایک تناور درخت کی شکل میں پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ والدین اپنے بچوں کی تربیت میں کسی قسم کی بھی کوئی کوتاہی اور لاپرواہی نہ کریں۔

---

[1] جمعہ، ۲۔

[2] آل عمران، ۱۶۴۔

اسلامی تعلیم وتربیت کے مختلف شعبے ہیں، معاشی و اقتصادی تعلیم وتربیت ان اہم شعبوں میں سے ایک ہے۔ والدین کے سب سے اہم فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بہتر طریقہ سے زندگی گزارنے کا ہنر سکھائیں۔ معاشیات بھی ایک ایسا ہنر ہے جو سیکھا جاسکتا ہے۔ بچوں کو کفایت شعاری، پیسے کی حصول اور اس کی حفاظت کی تعلیم وتربیت دینا تربیت اقتصادی کہلاتا ہے۔ سیکھنے کی دو قسمیں ہیں، ایک مشاہدہ کرکے سیکھنا اور دوسرا تعلیم کے زریعہ سیکھنا۔ مشاہداتی سیکھنے کا مطلب ہے دیکھنا، سمجھنا اور اسے لاگو کرنا ہے۔ وہ خاندان جن میں مالی منصوبہ بندی واضح طور پر نظر آتی ہے اور بچے کو سمجھایا بھی جاسکتا ہے، وہ اپنے بچے کو بالواسطہ طور پر سرمائے کے تحفظ کے اصول اور اس کے مثبت نتائج سکھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جب بچہ کسی کھلونے کی فرمایش کرتا ہے تو اس وقت والدین اپنے بچہ کو اس کی وضاحت کرتا ہے کہ مالی مشکلات کی وجہ سے (خاندان کی آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کھلونے کو خرید نہیں سکتے لیکن اگر وہ اپنے روازنہ کی رقم جمع کریں اور زیادہ فضول خرچ نہ کریں تو پھر وہ اپنے والدین کی مدد سے وہ پروڈکٹ اور دیگر ضرورت کی چیزیں آسانی سے خرید سکتا ہے۔

اس کے مقابل، ایسے گھرانوں میں جہاں بچوں اور نوعمروں کی خواہشات کی تکمیل کسی بھی چیز یا عمل یا تبدیلی سے مشروط نہیں ہوتی، اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ جلد از جلد فراہم کردیا جاتا ہے، بچہ بالواسطہ طور پر یہ سیکھتا ہے کہ ان کے والدین کے پاس یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ جو چاہیں وہ پورا کردیں گے۔ مالی مشکلات کا خوف اور یہ سوچ کہ آج کا دن کل سے مختلف ہوگا، مستقبل میں مالی طور پر اتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس قسم کا کوئی فکر اس کے پاس نہیں ہوگا یعنی اس کا مطلب یہ کہ اسے اعتماد کاذب حاصل ہوگا۔ لہٰذا اگر والدین اپنی فیملی کی معیشت میں صحیح اور مناسب قیادت کریں تو بچوں میں دیانتداری، ہمدردی، کفایت شعاری، احساس ذمہ داری اور دیگر مثبت خصوصیات پروان چڑھتی ہیں۔ دین اسلام میں اصول و ضوابط کے مطابق اگر مال و دولت کسب نہیں کیا ہو نہ تو وہ حرام مال شمار ہوگا اور اس کی کافی مذمت کی گئی ہے۔ حرام مال سے بچنے اور حلال روزی کمانے کی کوشش کرنے کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں، جن میں سے درج ذیل کو ذکر کیا جاسکتا ہے: حلال کمانے کی ترغیب کرتے ہوئے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (من اكل الحلال اربعين يوما نوّرالله قلبه)[1] جو شخص چالیس دن تک حلال مال کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور کردیتا ہے۔ آپ کسب حرام کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: {من اكتسب

[1] مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار ج ۱۰۳ ص ۱۶ ح ۱۷

مالا من غیرحلّة کان زاده إلی النار}[1] جس نے حرام طریقہ سے مال کسب کیا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں: {لا یدخل الجنّه جسد غُذّی بحرام}[2] جس جسم کو حرام کھانا کھلایا گیا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت سے مراد بچوں کو اسلامی معاشی اور اقتصادی اصول و قواعد کی تعلیم وتربیت دینا ہے تا کہ وہ ان اصول اور ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے حلال مال کسب کرنے کی کوشش کریں اور حرام مال کسب کرنے سے اجتناب کریں۔ اس تحقیقی مقالہ میں ہم اولاد کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت کے بارے میں شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان سوالات کے جوابات بھی دینے کی کوشش کریں گے کہ کیا والدین کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت کریں؟ یا خود بچوں پر واجب ہے کہ وہ بالغ ہونے کے بعد معاشیات کے شعبے میں تعلیم وتربیت حاصل کریں۔ یعنی اس چیز کا علم ہو کہ حلال مال کیسے کسب کرنا ہے، حرام مال سے کیسے اجتناب کرنا ہے، کفایت شعاری، فضول اخراجات نہ کرکے پیسے کو کیسے بچانا ہے وغیرہ۔

تربیت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

لغت کی کتابوں میں لفظ "تربیت" کے لیے تین اصل اور ریشہ ذکر ہوئے ہیں۔ الف: ربا، یربو زیادہ اور نشوونما پانے کے معنی میں ہے۔ ب: ربی، یربی پروان چڑھنا اور برتری کے معنی میں ہے۔ ج: رب، یرب اصلاح کرنے اور سرپرستی کرنے کے معنی میں ہے۔[3] صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ "رب" مصدری معنی کے لحاظ سے کسی چیز کو حد کمال تک پہچانے، پرورش اور پروان چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔[4]

صاحب التحقیق کا کہنا ہے اس کا اصل معنی کسی چیز کو کمال کی طرف لے جانے، نقائص کو تخلیہ اور تحلیہ کے ذریعے رفع کرنے کے معنی میں ہے۔[5] اسی لئے اگر اس کا ریشہ (اصل) "ربو" سے ہو تو اضافہ کرنا، رشد، نمو اور موجبات رشد کو فراہم کرنے کے معنی میں ہے لیکن اگر "ربب" سے ہو تو نظارت، سرپرستی و رہبری اور کسی چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے پرورش کے معنی میں ہے۔

---

[1] مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار ج ۱۰۳ ص ۱۰ ح ۴۵

[2] جامع الاحادیث ص ۲۸۹

[3] طلال بن علی متی احمد، مادۃ اصول التربیۃ الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، جامعہ ام القری، الکلیۃ الجامیہ، ۱۴۳۱ھ، ص ۸۔

[4] معجم مقاییس اللغہ، ص ۳۷۸؛ لسان العرب، ج ۲، ص ۱۴۲۰؛ مجمع البحرین، ج ۲، ص ۶۳؛ محمد مرتضی حسینی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۴ق، چ اول، ص ۴۵۹ و ۴۶۰.

[5] حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۳۰ق، چ سوم، ج ۴، ص ۲۰.

اسلامی علوم اور دینی کتابوں میں تربیت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں :

۱۔ قصد اور ارادہ کے ساتھ کسی دوسرے افراد کی رشد کے بارے میں ہدایت کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔[1]

۲۔ تعلیم و تربیت سے مراد وہ فعالیت اور کوشش ہے کہ جس میں بعض افراد دوسرے افراد کی راہنمائی اور مدد کرتے ہیں تاکہ وہ بھی مختلف ابعاد میں پیشرفت کر سکے۔[2]

۳۔ تربیت، سعادت مطلوب تک پہنچنے کے لئے انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا نام ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی استعداد کو ظاہر کرے اور راہ سعادت کا انتخاب کرے۔[3]

۴۔ ہر انسان کی اندرونی استعداد کو بروئے کارلانے کے لئے زمینہ فراہم کرنا اور اس کے بالقوہ استعداد کو بالفعل میں تبدیل کرنے کے لئے مقدمہ اور زمینہ فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

۴۔ شہید مطہری لکھتے ہیں : تربیت انسان کی حقیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ ایسی صلاحیتیں جو بالقوہ جانداروں (انسان، حیوان، پودوں) میں موجود ہوں انہیں بالفعل پروان چڑھانے کو تربیت کہتے ہیں۔ اس بناء پر تربیت صرف جانداروں سے مختص ہے۔[4]

۵۔ تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت { جیسے جسم، روح، ذہن، اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ } میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانا یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنا تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔[5]

معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت

معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت سے مراد بچوں کو اسلامی معاشی اور اقتصادی اصول و قواعد کی تعلیم دینا ہے تاکہ وہ ان اصول اور ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے حلال مال کسب کرنے کی کوشش کریں اور حرام مال کسب کرنے سے اجتناب کریں۔ دوسرے الفاظ میں معاشی تعلیم وتربیت سے مراد بچوں کو قرآن و حدیث اور فقہ کی ہدایات پر مبنی صحیح بصیرت فراہم کرنا ہے تاکہ معاشی اور اقتصادی میدان میں وہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں۔

---

[1] فلسفہ تعلیم وتربیت، ص ۳۲.

[2] ایضا، ص ۴۲۔

[3] محمد بہشتی، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن، ص ۳۵.

[4] مرتضی مطہری، تعلیم وتربیت در اسلام، تہران: صدرا، ۱۳۷۳ش۔، ص ۴۳۔

[5] اعرافی علی رضا، سید نقی موسوی، فقہ تربیتی، ص ۱۴۱، موسسہ اشراق قم۔

بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت کے واجب ہونے پر دلائل

الف: عقلی دلیل

دلیل عقلی کو ہم یہاں دو طرح سے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

پہلی صورت: عقل جس طرح دوسروں کے لئے سرکشی کرنے اور گناہ انجام دینے کے لئے زمینہ فراہم کرنے کو فعل قبیح سمجھتا ہے اسی طرح دوسروں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنے کے لئے زمینہ فراہم کرنے کو فعل حسن اور پسندیدہ قرار دیتا ہے۔ اگر والدین ایسی مختلف تربیتی سرگرمیاں انجام دیں جس سے بچے واجبات زیادہ بجالائیں اور محرمات سے اجتناب کریں تو عقل اسے قابل تحسین اور فعل حسن قرار دیتا ہے۔اسی طرح غلط آداب ورسوم، غیر اخلاقی خصلتوں اور رویوں کی اصلاح کرنے یا انہیں ختم کرنے کے لئے کوئی زمینہ فراہم کرے تو عقل اس عمل کو بھی قابل تعریف اور حسن عمل قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اگر والدین دین اسلام کے دستورات کے مطابق اولاد کی معاشی اور اقتصادی تربیت کی خاطر جتنی بھی صحیح اقدامات اٹھائیں گے عقل کے نزدیک قابل تحسین عمل ہوگا۔

دوسری صورت: عقلی نقطہ نظر سے غافل اور سوئے ہوئے لوگوں کو اہم دنیوی امور سے آگاہ کرنا جیسے کھانا کھانا وغیرہ منفعت کو حاصل کرنے اور ممکنہ ضرر سے بچنے کے لئے ترجیح رکھتا ہے۔ جب اہم دنیوی امور کی خاطر جیسے کسی سوئے ہوئے یا غافل شخص کو کھانا کھانے کے لئے بیدار کرنا رجحان رکھتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اہم اخروی امور کی خاطر جیسے شرعی احکام کی تعلیم، یعنی بچوں کو محتمل ضرر کو دفع کرنے کی خاطر {عذاب آخرت} اور منفعت مادی اور معنوی کو جلب کرنے کی خاطر حلال وحرام کی تعلیم دینا رجحان نہ رکھتا ہو۔ البتہ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ عقل کا یہ مستقل حکم انسان کے اپنے لئے یعنی خود کو ممکنہ ضرر سے بچنے اور منفعت کو جلب کرنے کے بارے میں ہے۔ لہٰذا ان دونوں احکام کو دوسرے افراد کے لیے بھی شامل کرنے میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، حداقل دوسروں کے لئے منفعت کسب کرنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے بارے میں اس عقلی حکم کے شمول میں شک ہے۔ اگرچہ یہاں فرض یہ ہے کہ عقل کا یہ حکم قابل تعمیم ہے اور دوسرے افراد کو بھی شامل ہے۔ جیسا بھی ہو اگر اگر عقل کے اس حکم کو قابل تعمیم نہ سمجھیں تو کم از کم اس مسئلہ میں عقلا کی سیرت یہ ہے کہ اہم دنیاوی مسائل (جیسے کھانے) کے لیے سوئے ہوئے شخص کو جگاتے ہیں تو اخروی مسائل میں تو اہمیت کے ساتھ اس عمل کو انجام دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر والدین کو معلوم ہو کہ اگر بچوں کو مناسب معاشی واقتصادی تعلیم وتربیت نہ دی جائے تو مستقبل میں بچوں کی آمدنی اسلامی اصول اور ضوابط کے مطابق نہیں ہو گی جس کے نتیجے میں وہ حرام خوری جیسے ذخیرہ اندوزی، کم فروشی اور سود کھانے کے مرتکب ہوں گے اس صورت حال میں والدین پر لازم ہیں کہ وہ معاشی واقتصادی طور پر اپنے بچوں کی تربیت کریں تاکہ حرام خوری سے بچ

سکیں جس کے دنیوی واخروی آثار ہیں۔ بنابرایں والدین کو چاہیے کہ وہ منفعت کو حاصل کرنے اور محتمل ضرر کو دفع کرنے کے لئے اپنے بچوں کو معاشی اورا قتصادی طور پر تعلیم وتربیت دیں۔اگر بچوں کو یہ عادت ہو جائے کہ ان کی ضروریات زندگی کو دوسرا فرد پورا کرے تو وہ ہمیشہ اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال دیتا ہے جس کی اسلام میں مذمت ہوئی ہے۔اسی طرح اگر بچے صرف اور صرف اپنی ضروریات پورا کرنے اور خاندان کے دوسرے افراد کی ضروریات کو نظرانداز کرنے کے عادی ہو جائیں، تو وہ صرف لالچی اور خود غرض انسان بن جائیں گے جو مستقبل میں خود کو اور معاشرے کو نا قابل تلافی نقصان پہنچاتے گے۔ جس طرح والدین بچوں کے جذبات، نفسیات اور سماجی تعلقات کی تربیت کا ذمہ دار ہیں اسی طرح بچوں کے معاشی اورا قتصادی مسائل جیسے کس طرح پیسہ کسب کرنا ہے ؟ کن چیزوں کے لئے خرچ کرنا ہے ؟اور کیسے آمدنی اور اخراجات میں توازن پیدا کرنا ہے اس کی بھی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔

ب: عمومی دلائل

پہلی دلیل: آیہ وقایہ

يَأَيهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ قُواْ أَنفُسَكمُ وَ أَهْلِيكمُ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيهْا مَلَئكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔[1] اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے ،اس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

حفاظت کی دو قسمیں ہیں: بعض اوقات خطرے سے حفاظت براہ راست ہوتا ہے اور کبھی کبھی بالواسطہ انسان خطرے سے کسی کو بچاتا ہے۔خود خطرے سے بچانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس خطرے کے جو اسباب اور عوامل ہیں وہ انسان کے دائرہ اختیار میں ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ میں جانے کے جو اسباب و عوامل ہیں ان اسباب و عوامل سے بچاو۔ انسان صرف محرمات کو بجالا کر جہنم میں نہیں جاتا بلکہ واجبات کو ادا نہ کرکے بھی وہ جہنم میں جاسکتا ہے اسی لئے جہنم سے اپنے اہل وعیال کو بچانے سے مراد واجبات کی ادائیگی کے اسباب فراہم کرنا اسی طرح محرمات سے اجتناب کرنے کے اسباب و عوامل کو فراہم کرنا ہے۔ بعبارت دیگر والدین اور مربی پر لازم ہیں کہ وہ واجبات کو بجالانے کے لئے زمینہ فراہم

---

[1] تحریم،٦

کریں تاکہ بچے اور متربی آسانی کے ساتھ واجبات کو ادا کر سکیں اسی طرح محرمات سے بچنے کے لئے خاص ، مناسب تعلیمی وتربیتی اقدامات اٹھائیں۔آیہ کریمہ اطلاق رکھتا ہے لہٰذا ہر قسم کے جائز تعلیمی وتربیتی اصول اور روش شامل ہیں۔

اس اہم الٰہی ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے والدین کو امر و نہی اور دیگر ضروری تعلیمی وتربیتی اقدامات اٹھانا ہے تاکہ بچے الٰہی ذمہ داریوں کو کما حقہ انجام دیں ،واجبات اور محرمات کو سامنے رکھ کر کسب وکار اور تجارت شروع کریں۔ لہٰذا والدین پر اپنے بچوں کے الزامی اور واجب امور میں تربیت کرنا لازم ہے یعنی بچوں کو حلال طریقے سے رزق و روزی کمانے کا طریقہ سکھانا اسی طرح حرام مال کسب کرنے سے منع کرنا ، حرام آمدنی اور ناجائز طریقے سے کسب کرنے والے پیسے کے دنیاوی واخروی اثرات سے آگاہ کرنا یہ سب والدین کی ذمہ داری ہے۔اگر والدین کو یقین حاصل ہو کہ اولاد کی معاشی اور اقتصادی تربیت نہ کرنے کی صورت میں وہ ناجائز طریقہ سے پیسہ کمائے گا تو اس صورت میں والدین پر بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے ہی انہیں دین اسلام کے دستورات کے مطابق اپنی معاشی پالیساں بنانے اور مال و دولت کسب کرنے کی تعلیم وتربیت دینا واجب ہو گا۔ بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت کرنا واجب توصلی اور کفائی ہے اسی طرح یا والدین خود اس ذمہ داری کو انجام دیں یا بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت کے لئے کسی مربی کا سہارا لیں۔ بنابرایں یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ والدین کے اوپر بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت کرنا واجب ہیں۔

دوسری دلیل: رسالۃ الحقوق

والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دیں۔اس کی دلیل کے لئے ہم یہاں امام سجاد علیہ السلام کے کچھ کلمات بعنوان دلیل بیان کریں گے۔ رسالۃ الحقوق میں آپ فرماتے ہیں کہ والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو اچھے ادب سکھائیں،اس کے پروردگار کی طرف اس کی راہنمائی کریں اور اس کی اطاعت میں اس کی مدد کریں۔

امام سجاد علیہ السلام رسالۃ الحقوق میں فرماتے ہیں: (وَ أَمَّا حَقُّ وَلَدِكَ فَتَعْلَمُ أَنَّهُ مِنْكَ وَ مُضَافٌ إِلَيْكَ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا بِخَيْرِهِ وَ شَرِّهِ وَ أَنَّكَ مَسْئُولٌ عَمَّا وُلِّيتَهُ مِنْ حُسْنِ الْأَدَبِ وَ الدَّلَالَةِ عَلَى رَبِّهِ وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ فِيكَ وَ فِي نَفْسِهِ فَمُثَابٌ عَلَى ذَلِكَ وَ مُعَاقَبٌ فَاعْمَلْ فِي أَمْرِهِ عَمَلَ الْمُتَزَيِّنِ بِحُسْنِ أَثَرِهِ عَلَيْهِ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا الْمُعَذِّرِ إِلَى رَبِّهِ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ بِحُسْنِ الْقِيَامِ عَلَيْهِ وَ الْأَخْذِ لَهُ مِنْهُ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)[1]

تمہارے اوپر بیٹے کا حق یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ وہ تمہارا ہی ہے دنیا میں تمہی سے وابستہ ہے اور اس کا خیر و شر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ ذمہ داری تمہاری ہے کہ اسے ادب سکھاؤ، اس کے پروردگا کی طرف اس کی راہنمائی کرو اور اس کی

---

[1] ۔نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل ,ج ,۱۵ص ۱۶۸

اطاعت میں اس کی مدد کرو اگر تم اس ذمہ داری کو پورا کروگے تو ثواب پاؤگے اور اگر اس کی انجام دہی میں کوتاہی کروگے تو سزا پاؤ گے۔ پس اس کے لیے اس طرح نیک عمل کرو کہ اس کا حسن و جمال دنیا میں آشکار ہو جائے اور اس کی جو بہترین سرپرستی تم نے کی ہے اور جو نتیجہ تم نے حاصل کیا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے اور اس کے درمیان ایک عذر ہو جائے۔ لا قوۃ الا باللہ

علم حدیث کے ماہرین رسالۃ الحقوق کے سند کے تسلسل اور معتبر کتابوں میں تذکرہ ہونے کی بنا پر اس حدیث کو معتبر حدیثوں میں شمار کرتے ہیں۔[1] اس حدیث کو ابو حمزہ ثمالی نے امام سجادؑ سے نقل کی ہیں اور علم رجال کے شیعہ علماء ابو حمزہ ثمالی کو "شیعوں کی برگزیدہ شخصیت"، "ثقہ" اور "معتمد" سمجھتے ہیں۔[2] سب سے قدیم حدیثی مآخذ جن میں یہ حدیث بطور کامل نقل ہوئی ہیں یہ ہیں: ابن شُعبہ حَرّانی) متوفی ۳۸۱ھ) کی کتاب تُحَف العقول،[3] شیخ صدوق متوفی ۳۸۲ھ کی تین کتابیں خصال،[4] من لایَحضُرُہُ الفقیہ[5] اور اَمالی،[6]۔ مُستَدرَک الوسایل میں محدث نوری کے مطابق سید بن طاووس ۶۶۴-۵۸۹ ھ بھی اس حدیث کو اپنی کتاب فلاح السائل میں نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے شیخ کلینی کی کتاب رسائل الائمہ سے نقل کئے ہیں۔ البتہ یہ مطلب کتاب فلاح السائل کی شایع شدہ نسخے میں موجود نہیں؛ لیکن مستدرک الوسائل کی مصححین کہتے ہیں کہ یہ مطلب اس کتاب کے غیر مطبوع نسخے میں موجود ہے۔[7]

امام سجاد علیہ السلام کے اس کلام میں شاہد مثال (وَ الدَّلَالَةِ عَلَى رَبِّهِ وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ) یہ عبارت ہے۔خداوند متعال کی طرف راہنمائی کرنے کے دو معانی ہیں: ۱۔خداوند متعال اور صفات خداوندی کی تعلیم دینا ۲۔خداوند متعال کے دین کی طرف راہنمائی کرنا اور جن چیزوں سے رضایت خداوندی حاصل ہوتی ہے ان اعمال کی تعلیم دینا۔ اسی لئے اگر دوسرا معنی مراد ہو تو یہ ہمارے موضوع بحث کے ساتھ مربوط ہوگا۔

یہ عبارت (وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ) واضح طور پر اس ذمہ داری کو بیان کرتی ہے کہ والدین اپنے بچوں کو خداوند متعال کی اطاعت کرنے میں مدد کریں اور خداوند متعال کی اطاعت کا برجستہ ترین مصداق واجبات کو بجا لانا اور محرمات کو ترک کرنا

---

[1] حسینی جلالی، سید محمد رضا، جہاد امام سجاد، ترجمہ موسی دانش، ص ۲۹۳، مشہد، بنیاد پژوہش ہای اسلامی، چاپ اول، ۱۳۸۲ش۔

[2] نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، ص ۱۱۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ ششم، ۱۳۶۵ش۔

[3] ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسول، تحقیق علی اکبر غفاری، ص ۲۵۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ دوم، ۱۴۰۴ھ۔

[4] صدوق، محمد بن علی، الخصال، تحقیق علی اکبر غفاری، ج ۲، ص ۵۶۴، قم، جامعہ مدرسین، چاپ اول، ۱۳۶۲ش۔

[5] صدوق، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، تحقیق علی اکبر غفاری، ج ۲، ص ۶۱۸ تا ۶۲۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ دوم، ۱۴۱۳ھ۔

[6] صدوق، محمد بن علی، الامالی، ص ۳۶۸ تا ۳۷۵، تہران، کتابچی، چاپ ششم، ۱۳۷۶ش۔

[7] محدث نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، چاپ اول، ۱۴۰۸ھ۔

ہے۔لہٰذا والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو واجبات اور محرمات کی تعلیم دیں اور ان کو یہ سمجھائیں کہ قرب خداوندی اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے لیے انہیں دین اسلام کے دستوارت پر عمل کرنا ہوگا۔معاشی اور اقتصادی میدان میں بھی حلال کاروبار اور حلال منافع کسب کرکے اسی طرح حرام کسب وکار سے اجتناب کرکے وہ اطاعت الٰہی انجام دے سکتا ہے۔خدا کی اطاعت حلال منافع کسب کرنے اور تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ ہے۔للہذا والدین اپنے بچوں کے لئے کوئی ایسا زمینہ فراہم نہ کریں جس کی وجہ سے وہ حلال کسب وکار کے بجائے حرام کسب وکار کے پیچھے پڑھ جائیں۔

لفظ (حق) وجوب پر دلالت کرتی ہے اگرچہ اس رسالہ میں بعض حقوق جو امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ مستحب حقوق پر مشتمل ہے لیکن اس عبارت (انّکَ مسؤولٌ) کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وجوب کے معنی میں آیا ہے لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت میں کوئی کوتاہی نہ کریں بلکہ حلال کسب وکار انتخاب کرنے کے لئے ان کی مدد کریں اور یہ بات واضح ہے کہ والدین کو اس کام کے لئے اپنے بچوں کی بلوغت سے پہلے ہی مختلف پروگرام اور اقدامات اٹھانے ہوں گے۔

تیسری دلیل: قاعدہ اعانہ بر برّ

لغت میں (بر) کے معنی صدق، سچائی، اطاعت، خالص اور قابل قبول عمل، ہمدردی، مہربانی، احسان اور نیکی ہیں۔[1] قرآن وسنت اور فقہاء کی اصطلاح میں اطاعت اور احسان کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یہ دو معنی مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہے کیونکہ اطاعت کا تعلق غلام اور آقا کے درمیان ہے اور احسان کا تعلق غلام اور دوسرے بندوں کے درمیان ہے لیکن مصداق کے لحاظ سے اطاعت کا معنی احسان سے عام ہے کیونکہ دوسروں کے ساتھ احسان کرنا بھی ایک امر الٰہی ہے اور یہ بھی اطاعت شمار ہوتا ہے اسی طرح واجبات اور مستحبات کی ادائیگی، محرمات اور مکروہات کے ترک کرنے کا نام بھی اطاعت ہے لیکن قرآن کریم، روایات اور فقہاء کے کلام میں اطاعت صرف واجبات اور مستحبات کے انجام دینے کے لئے زیادہ استعمال ہوا ہے اور محرمات اور مکروہات کے ترک کرنے کے لئے کلمہ اطاعت کا استعمال عام نہیں ہے۔[2]

---

[1]۔ حسین بن محمد راغب اصفہانی، مفردات اِلفاظ القرآن، ص ۵۹۸. فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، ج۸، ص۲۵۹. احمد بن فارس بن زکریا (ابوالحسین)، معجم مقائیس اللغۃ، ج۱، ص ۱۷۷ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم (ابن منظور)، لسان العرب، ج ۴، ص ۵۱. زمخشری، محمود بن عمر (ابوالقاسم)، الفائق فی غریب الحدیث، ج۱، ص ۸۳. جزری، ابن اثیر، النہایۃ، ج۱، ص ۱۱۶. مقری فیومی، احمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للرافعی، ج ۲، ص ۴۳.

[2]۔ اعرافی، علی رضا، گروہی از محققین، قواعد فقہی، ج۱، ص ۲۶۴، موسسہ اشراق وعرفان قم. ۱۳۹۳.

قاعدہ اعانہ بر ، بر : یعنی نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا فقہی قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے جو بہت سارے احکامات کی اثبات کے لئے مورد استناد قرار پاتا ہے۔ اس فقہی قاعدہ سے مراد سے مراد نیک اور تقوی الہی اختیار کرنے میں دوسروں کی مدد کرنا ہے۔ اس فقہی قاعدہ کی دلیل عقل اور کچھ نقلی دلائل ہیں یعنی عقل دوسروں کی نیک کام میں مدد کرنے کو ایک اچھا اور نیک عمل سمجھتا ہے۔ {وَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِ‌ّ وَ التَّقْوَى}[1] اور (یاد رکھو) نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اس آیت میں لفظ "تعاونوا" جو امر کا صیغہ ہے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ تاہم کچھ شواہد کے مطابق یہاں وجوب کے معنی میں نہیں آیا ہے۔ کیونکہ دوسروں کی کسی قسم کی بھی مدد کرنا خاص طور پر نیک اعمال اور تقویٰ میں ان کے ساتھ شریک ہونا اور ان کی مدد کرنا ایک مستحب عمل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ نیکی کے تمام اقسام اور تمام مراتب واجب نہیں ہے اس لیے اس آیہ کریمہ کے ظہور سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے استحباب پر حمل کریں گے۔ لہذا آیہ کریمہ مطلّقا بچوں کی تربیت کے مستحب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت میں مدد کرنا تقویٰ اور نیک کاموں میں مدد کرنے کے مصادیق میں سے ہیں بنابراین اس آیت کے مطابق والدین پر مستحب ہے کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں اور انہیں ہر قسم کے انحرافات سے بچائیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو معاشرے میں ترقی اور خوشحالی کے لیے تیار کریں اور ان کی پرورش صحت مند، دیانتدار اور پرعزم افراد کے طور پر کریں۔ اگر بچوں کی مناسب معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت نہ ہو تو انہیں زندگی میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا جس کی وجہ سے دیگر تربیتی شعبے بھی بری طرح متاثر ہوں گے۔

چوتھی دلیل: قاعدہ ارشاد جاہل

ارشاد مادہ رشد سے ماخوذ ہے اس کا لغوی معنی رہنمائی کرنا اور صحیح طریقے سے رہنمائی کرنا ہے[2] اور اس کے مقابلہ میں کلمہ (غی) ہے جس کا معنی لوگوں کو گمراہی کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔[3] اکثر فقہاء کے مطابق ارشاد سے مراد نیکی کی طرف رہنمائی کرنا جو دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے ہو یہاں تک کہ لفظ ارشاد سے مراد تبین اور وضاحت بھی لیا گیا ہے۔ قرآن اور روایت میں جہل کے مقابل میں عقل آیا ہے نہ علم۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہل وہ شخص ہے جو چیزوں کو سمجھنے اور تجزیہ و تحلیل کرنے سے قاصر ہو، خواہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی اس کے پاس بہت زیادہ معلومات ہے اور اس کا ذہن معلومات اور اصطلاحات سے پر ہے لیکن اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ ان معلومات کا صحیح جگہ پر تجزیہ و تحلیل کرلے۔ بعض علماء نے اس قاعدہ کو

---

[1] مائدہ ۲

[2]۔ معین، محمد؛ فرہنگ فارسی، ج ۱، ص ۲۰۱.

[3]۔ راغب اصفہانی، حسین؛ المفردات فی غریب القرآن، تحقیق صفوان عدنان داودی، ص ۳۵۴ و مصطفوی، حسن؛ التحقیق فی کلمات القرآن، ج ۴، ص ۱۳۹.

تعلیم جاہل سے بھی تعبیر کیا ہے جس کا کلی معنی ہدایت کرنا ہے۔ لہٰذا جاہل کی ہدایت سے مراد کسی ایسے شخص کی رہنمائی کرنا ہے جسے غلط اور صحیح راستے کی پہچان نہ ہو۔

حکم عقلی کے مطابق لوگوں کو غفلت اور جہالت کی طرف لے جانا قابل مذمت اور قبیح عمل ہے جبکہ اس کے مقابل لوگوں کی رہنمائی کرنا بالخصوص شرعی احکام سے آگاہ کرنا عقل کے نزدیک قابل تعریف و تحسین ہے اور عقلاء جاہل افراد کی رہنمائی اور ان کی ہدایت کو قابل تحسین عمل سمجھتا ہے۔ کلی طور پر واجب شرعی احکام میں جاہل افراد کی رہنمائی اور انہیں تعلیم دینا واجب ہے۔ لیکن موضوعات میں جاہل کی رہنمائی واجب نہیں ہے۔ بعض فقہاء کے مطابق اگر موضوع کے بارے میں آگاہی سے جاہل کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو یا اس کے لیے مشقت کا باعث ہو تو ان صورتوں میں ارشاد جاہل حرام ہے۔ البتہ بعض اہم امور جیسے مومنین کی جان، عزت، آبرو، نیز ان کی قابل قدر املاک، وغیرہ کو نقصان ہو رہا ہو تو یہ مذکورہ حکم سے مستثنیٰ ہیں، اور ان معاملات میں جاہل کی رہنمائی واجب ہے۔ لہٰذا قرآن و سنت کے مطابق واجب احکام اور مبتلا بہ احکامات میں جاہل کی رہنمائی واجب ہے۔ یہ فریضہ صرف والدین، خاندان اور حکومت کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے جو شرعی احکامات کا علم رکھتا ہو۔ بنابرین والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو حلال کسب و کار کے بارے میں اسی طرح حرام آمدنی کسب کرنے کے مضرات کے بارے میں آگاہ کریں۔

پانچویں دلیل: قاعدہ ہدایت

ہدایت ضلالت اور گمراہی کے برعکس معنی میں آیا ہے[1] اور ہدیٰ کے مادہ سے ارشاد کا مطلب ہدایت، رہنمائی، اور راستہ فراہم کرنا ہے۔[2] اصطلاح میں، لفظ ہدایت کو "تربیت" کے ساتھ مترادف قرار دے سکتا ہے، لیکن "ہدایت" میں راستہ دکھانے کا پہلو زیادہ اور متربی کو خود سے اس راستے پر چلنا چاہیے۔ لیکن تربیت کا معنی عام ہیں یعنی کبھی اس کا مطلب راستہ دکھانا ہے اور کبھی اس کا مطلب ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے کر چلنا ہے۔ لہٰذا ہر ہدایت کا نتیجہ سود مند نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہدایت مفید و سود مند ہونا چاہیے تو مربی کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ متربی کی تربیت ہونی چاہیے اور متربی خود ہدایت کے راستے پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

---

[1] ۔ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج۱۵، ص ۳۵۳.

[2] ۔جوہری، اسماعیل بن حماد، تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ؛ ج٦، ص ۲۵۳۳.

قاعدہ ہدایت کا حکم آیات اور روایات کے مجموعے سے حاصل ہوتا ہے۔[1] بہت سارے آیات اور احادیث میں لوگوں کی ہدایت کرنے کے بارے میں تاکید موجود ہیں۔ لیکن ان دلائل سے کیا حکم حاصل ہوتا ہے اس کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ ان آیات اور روایات کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض آیات سے ہدایت اور تربیت کے وجوب کا حکم استنباط ہوتا ہے اور بعض سے ہدایت وتربیت کے رجحان کا حکم استنباط ہوتا ہے۔ ان آیات کے حکم کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تکالیف الزامی میں ہدایت واجب اور تکالیف غیر الزامی میں ہدایت رجحان رکھتی ہے۔ ہدایت کے ابواب میں موجود زیادہ تر روایات میں ہدایت کے بارے میں زیادہ تشویق اور بہت زیادہ پاداش کا ذکر موجود ہیں کہ جن سے حد اکثر جو حکم استنباط ہوتا ہے وہ استحباب موکد ہے۔ بنابراین کلی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ واجب کاموں میں ہدایت کرنا واجب اور غیر واجب کاموں میں ہدایت کرنا رجحان کا حکم رکھتا ہے لیکن بعض موضوعات میں ہدایت کرنا مستحب موکد ہے۔ بنابرین والدین پر واجب معاملات میں اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی طور پر ہدایت کرنا واجب ہے۔

قاعدہ ہدایت صرف جاہل، غافل، لاپرواہ، فاقد انگیزہ آگاہ شخص اور کچھ گمراہ لوگوں کو شامل نہیں بلکہ رشد اور کمال کے مراحل طے کرنے والے دیگرافراد کو بھی شامل ہے یعنی ان افراد کو بھی مختلف مراحل میں اور حالات کے مطابق ہدایت کرنا۔ للذا ہدایت کا موضوع صرف گمراہ لوگوں تک محدود نہیں ہے۔ قاعدہ ہدایت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ تمام جہات کو شامل ہے جن میں افراد کی رشد اور کمال کی گنجائش موجود ہے اور ان جہات میں انسان کی گمراہی اور انحرافات کا امکان موجود ہے: جیسے اعتقادات، عبادات نیز بچوں کی نسبت جو سماجی فرائض اور مسائل۔ اسی لئے قاعدہ ہدایت کی دلیل تعلیم وتربیت کے تمام شعبے جن میں سے ایک معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت ہے، کو بھی شامل ہے۔ بچوں کی تربیت میں قاعدہ ہدایت کے اصول پر عمل کرنے کی کی اہمیت بچوں کے بارے میں والدین کی سرپرستی کی وجہ سے ہے جو بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت میں آسانی فراہم کرتی ہے۔ کیونکہ والدین اور اولاد کے درمیان ایک قسم کی ولایت اور مولویت کا رابطہ ہے جسے شریعت نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کے علاوہ خاندان کا خصوصی ماحول اور والدین کے ساتھ بچوں کا قریبی تعلق بچوں میں والدین کی اطاعت کے فطری رجحان کا سبب بنتا ہے اور یہ والدین کی رہنمائی کے لیے سازگار حالات فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا قاعدہ ہدایت کے مطابق والدین اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت کے ذمہ دار ہیں اور اگر وہ اس میدان میں اپنی ذمہ داری پورا نہ کرے اور بچوں کی مناسب تربیت نہ کریں اور وہ انحرافات اور گمراہی کا شکار ہو جائیں تو اس دلیل کی بناپر والدین کی سرزنش اور انہیں مواخذہ کر سکتا ہے۔ اس لیے والدین کے لئے

---

[1] هُوَ الَّذي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدى وَ دينِ الْحَقِّ؛(توبہ، ۳۳، صف، ۹) وآیات: اعراف، ۱۵۹، ۱۸۱انبیاء، ۷۲و۷۳۔ الَّذينَ يُبَلِّغُونَ رِسالاتِ اللَّهِ وَ يَخْشَوْنَهُ وَ لا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلاَّ اللَّهَ وَ كَفى بِاللَّهِ حَسيباً(احزاب، ۳۹) مائدہ، ۹۲: فَاعْلَمُوا أَنَّما عَلى رَسُولِنَا الْبَلاغُ الْمُبينُ. آیات: آل عمران، ۲۰؛ رعد، ۴۰؛ نحل، ۸۲؛ تغابن، ۱۲

اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کرنا حرام ہے خاص طور پر جب انہیں اطمینان حاصل ہو کہ اگر ان کی صحیح تربیت نہ کریں تو وہ گمراہ اور انحرافات کا شکار ہو سکتے ہیں۔

چھٹی دلیل: قاعدہ امر بہ معروف و نہی از منکر

امر بہ معروف یعنی نیکی کا حکم دینا اور نہی از منکر یعنی برائی سے روکنا، ایک خاص فقہی اور مذہبی اصطلاح ہے جو آیات اور احادیث مبارکہ (قرآن وسنت) سے ماخوذ ہے جو ایک دینی فریضہ اور ضروریات دین میں سے ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایک ایسا عمل ہے جو فرد اور معاشرے کے رویے کو درست کرنے، معاشرے کے لوگوں کو کام کرنے کی ترغیب دینے یا انہیں کام کرنے سے روکنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ امر بہ معروف و نہی از منکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فروع دین میں سے ہے اور تعلیم و تربیت کے اہم طریقہ کار اور روش میں سے ایک ہے جو قرآن اور احادیث میں دیگر مذہبی موضوعات کا مرکز ہے۔ اسلام میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ایک الٰہی فریضہ ہے اور ایک معاشرتی فریضہ جس کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر دوسرے فرائض بھی اسی فریضہ پر وابستہ ہے۔ امر بہ معروف و نہی از منکر یعنی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے خاص شرائط ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ معروف کو ترک کرنے والا اور منکر کو انجام دینے والا معروف اور منکر سے آگاہی رکھتا ہو۔ اسی لئے اگر کوئی نیکی یا بدی سے واقف نہ ہو تو وہ امر بہ معروف اور نہی از منکر کے دلیل میں شامل نہیں ہوگا بلکہ ارشاد جاہل یا تعلیم جاہل کی بنا پر اسے آگاہی دینا لازم ہے۔ اسی لئے اگر کسی شخص نے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اپنا مذہبی فریضہ ادا کیا ہے تو اب دوبارہ اسے امر بہ معروف اور نہی از منکر نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر علم و آگاہی کے بعد بھی معروف کو ترک کر دے اور منکر کو بجالائے تو اس وقت اسے دوبارہ امر بہ معروف اور نہی از منکر کیا جائے گا۔ لہٰذا یہ قاعدہ یعنی امر بہ معروف اور نہی از منکر صرف تربیتی پہلو رکھتا ہے۔ دوسروں کو معروف کی طرف رہنمائی کرنے اور منکرات سے روکنے والے دلائل کی اطلاق تمام عوامل تربیت کو شامل ہوتی ہے اور دوسروں کو نیک کاموں کی طرف مائل کرنے کے مصادیق میں سے ایک والدین کا اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت ہے جو اپنے بچوں کو مختلف شعبوں میں تربیت دینے کے ذمہ دار ہیں۔ البتہ یہ قاعدہ وہاں جاری ہوتا ہے جب کوئی معروف اور نیک کام ترک ہوا ہو اور کوئی منکر اور برا کام انجام پا چکا ہو چونکہ امر بہ معروف و نہی از منکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایک واجب کفائی ہے۔ والدین پر اس قاعدہ کے مطابق بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت کرنا واجب کفائی ہوگا۔

ساتویں دلیل: حلال اور حرام احکام کی تعلیم دینا

بہت ساری احادیث میں بچوں کو قرآن مجید، حلال و حرام اور دینی علوم کی تعلیم دینے اور بچے کو فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کرنے کی تربیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام اپنی ایک فرمان میں بچوں کی زندگی کو سات سال کے تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں، پہلے سات سال کھیل کود کا وقت، دوسرے سات سال تعلیم کا وقت اور تیسرے سات سال حلال اور حرام کی تعلیم دینے کا وقت۔(محمد بن يعقوب عن أحمد بن محمد العاصمي عن علي بن الحسن عن علي بن أسباط عن عمه يعقوب بن سالم عن أبي عبد الله عليه السلام قال: الْغُلَامُ يَلْعَبُ سَبْعَ سِنِينَ وَ يَتَعَلَّمُ الْكِتَابَ سَبْعَ سِنِينَ وَ يَتَعَلَّمُ الْحَلَالَ وَ الْحَرَامَ سَبْعَ سِنِينَ)[1]

سند کے لحاظ سے یہ روایت معتبر ہے چونکہ تمام راوی معتبر اور ثقہ ہیں۔اس حدیث میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: لڑکا سات سال کھیلتا ہے اور سات سال تک قرآن سیکھتا ہے اور سات سال تک حلال اور حرام کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ بچوں کو حلال و حرام کے احکام سکھانے والی روایات چونکہ مطلق ہے اسی لئے حلال اور حرام احکام کی تعلیم سے مراد ہر قسم کے احکام ہیں۔ والدین اور مربی کو اپنے بچوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں حلال و حرام احکام کی تعلیم دینا لازم ہے۔ لہٰذا والدین یا خود اس فریضہ کو مستقیما انجام دیں یا کسی مربی کے ذریعہ اس الٰہی ذمہ داری پر عمل کریں کیونکہ جو شخص حلال روزی کمانے کی کوشش کرتا ہے تو پہلے اسے حلال اور حرام کے بارے میں آگاہی ضروری ہے۔ حلال و حرام کی تعلیم کے بغیر حلال رزق و روزی کمانا نہایت مشکل کام ہے۔

آٹھویں دلیل: معاشی نظام کی حفاظت

کسی بھی قسم کا کسب وکار جو معاشی نظام کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہو وہ تمام افراد پر واجب ہے۔ یہ فریضہ "واجب کفائی" ہے اور اگر کچھ لوگ اس پر عمل کریں تو دوسروں سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔ اسلامی معاشرے کو متحرک، خود کفیل اور خود مختار ہونا چاہیے، اور اسلامی معاشرے کی خود کفالت اور خود مختاری ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور ہر ایک کی سعی و کوشش کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ خود کفیل اور خود مختار بن جاتا ہے۔ لہٰذا بچوں کی تعلیم و تربیت کے پروگراموں میں موجودہ اور مستقبل کی ضروریات کی نشاندہی اور ان کے حل کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: (أولَى الأشياءِ اَن يَتَعلَّمَها الأحداثُ الأشياءَ الَّتي اِذَا صَاروا رِجالاً احتَاجُوا اِليهَا) بہترین چیز جو نوجوانوں کو سیکھنا چاہیے وہ ایسی معلومات

---

[1] ۔ حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۱۷، ص ۳۳۱

ہے جو مستقبل میں ان کے کام آتے ہیں ۔[1] یہ بھی آپ کا فرمان ہے : بچپن میں علم حاصل کرو تا کہ مستقبل میں اپنی حاکمیت اور برتری قائم رکھو۔

والدین کے سب سے اہم فرائض میں سے ایک فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو زندگی گزارنے کا ہنر سکھائیں تا کہ اسلامی معاشرہ متحرک، خود کفیل اور خود مختار بن سکے، اگر والدین اپنے بچوں کو معاشی اور اقتصادی تعلیم نہ دیں اور انہیں زندگی گزارنے کا ہنر نہ سکھائیں تو نہ فقط بچوں کی ذاتی زندگی نقصان پہنچے گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے خاندان اور اسلامی معاشرہ کو بھی نقصان اٹھانا پڑے گا اور مستقبل میں اسے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ والدین کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش اس طرح سے کریں کہ وہ ناجائز اور حرام ذرائع سے مال و دولت حاصل نہ کریں، کیونکہ آخرت میں عذاب الٰہی کے علاوہ دنیا میں بھی ناقابل تلافی پریشانیوں کا باعث بن سکتا ہے۔

نویں دلیل: حرام کاموں میں تعاون نہ کرنا

{وَ لَا تَعَاوَنُواْ عَلَى الْاثْمِ وَ الْعُدْوَانِ} [2] اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرو، اللہ کا عذاب یقینا بہت سخت ہے۔ اس آیت مجیدہ میں حرام کاموں کے لئے ہر قسم کی تعاون، مشارکت اور مدد کو حرام قرار دیا ہے۔ {وَلَا تَعَاوَنُوا} یہ عبارت نہی کا جملہ ہے جو حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ {الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} محرمات پر دلالت کرتی ہے اسی لئے اس آیہ کا ظہور حرمت پر ہی دلالت کرتا ہے۔ والدین ایسے طریقہ کار اپنائے جس سے وہ اپنی بچوں کی صحیح معاشی اور اقتصادی تربیت کریں تا کہ وہ معاشی اور اقتصادی انحرافات ، محرمات سے بچ سکیں ، ناجائز طریقہ سے مال و دولت جمع کرنے سے دور رہیں اور اپنے خواہشات نفسانی کا مقابلہ کریں ۔ یہ دلیل والدین کو دوبارہ اس اہم ذمہ داری کی طرف آگاہ کر رہا ہے کہ اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت کرنے کے بجائے خدانخواستہ ایسا کام اور ایسا زمینہ فراہم نہ کرے جس سے بچہ ناجائز اور حرام طریقہ سے مال و دولت کسب کرنا شروع کریں کیونکہ والدین کے بعض رفتار ان کے بچوں کے گمراہ ہونے اور معاشی انحرافات کا شکار ہونے کا باعث بن سکتے ہیں۔

---

[1] ۔ابن ابی الحدید ۳۳۳:۲۰

[2] ۔مائدہ ۲

ج: خصوصی دلائل

پہلی دلیل: معاشی اور اقتصادی امور کی منصوبہ بندی

مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ اَلْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ رِبْعِيٍّ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ« الكَمالُ كُلُّ الكَمالِ اَلتَفَقُّهُ في الدّين وَ الصَّبرُ عَلى النائبَة وَ التَقديرِ المَعيشَة»[1]

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: تمام کمالات دین کی عمیق سمجھ، مصیبتوں میں صبر اور معاشی امور میں حساب وکتاب میں مضمر ہے۔ انسانی کمال کی بلندیوں تک پہنچنا تین چیزوں کے سائے میں ممکن ہے:

۱. التفقہ فی الدین۔ دین کو عمیق طریقہ سے سمجھنا

۲. الصبر علی النائبہ۔ انسان کی راہ میں آنے والے بڑے بڑے حوادث، آفات اور مشکلات کے مقابلہ میں عالی اور پختہ عزم وارادہ کا حامل ہونا۔

۳. تقدیر المعیشہ: معاشی اور اقتصادی مسائل میں منصوبہ بندی کرنا۔

سندی اعتبار سے مرسلہ ہونے کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ دین اسلام کے نقطہ نظر سے معیشت کا مطلب ہرگز ضروری چیزوں پر خرچ نہ کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ بخل اور کنجوسی ہے جس کی اسلام میں مذمت ہوئی ہے۔ اسلام اسراف کرنے اور درست مصرف نہ کرنے اور بغیر دلیل عقلی وشرعی خرچ کرنے کی مذمت کرتا ہے۔ اولاد کی معاشی اور اقتصادی تربیت نہ ہونے کی صورت میں ان میں کنجوسی، اسراف، ناگوار خصلت وغیرہ پیدا ہو سکتی ہے، اس صورت میں والدین پر ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی دستورات کے مطابق کسب وکار کی تعلیم دیں۔ اگر بچوں کو اقتصادی مسائل کا علم ہو جائے تو وہ اسے اپنے مستقبل کی معاشی منصوبہ بندی میں شامل کرتا ہے تو اس صورت میں اس کے قابل قدر نتائج اور فوائد بھی سامنے آنا شروع ہوں گے۔ معاشی اور اقتصادی امور میں نظم وضبط اور منصوبہ بندی بچوں کو انفرادی اور سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنے کی ترغیب دیتی ہے، اس صورت میں بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت کرنا رجحان رکھتا ہے۔ یہ روایت سندی اعتبار سے ضعیف ہونے کی وجہ سے ہمارے مدعی کے لئے دلیل نہیں بن سکے تو کم از کم موید بن سکتا ہے۔

دوسری دلیل: روایت درست

(عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ يُونُسَ عَنْ دُرُسْتَ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى ع قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ ابْنِي هَذَا قَالَ « تُحْسِنُ اسْمَهُ وَ أَدَبَهُ وَ ضَعْهُ مَوْضِعاً حَسَنا)[2]

---

[1] کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ۳۲

[2] کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ۴۸

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے بچے کے حقوق کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لئے بہترین نام کا انتخاب کریں، بہتر اور نیک تربیت کریں اور مادی اور معاشی طور پر بہترین مقام کے لیے کوشش کریں۔ آ قائی خوئی کے مطابق اس روایت کی سند میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن بعض افراد کے مطابق اس روایت کی سند میں اشکال ہے۔ دلالت کے اعتبار سے اس روایت میں تین حقوق بیان ہوئے ہیں: پہلا: بچے کا نام رکھنا دوسرا: نیک اخلاق کی تربیت کرنا تیسرا: معاشی اور اقتصادی طور پر مناسب مقام پر پہنچانا۔ تفسیر کی کتابوں کے مطابق اگرچہ اس کا تعلق اس کے پیشے اور ملازمت سے ہے، حالانکہ حدیث کا ظہور اطلاق رکھتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو ایک مناسب سماجی اور معاشی مقام حاصل کرنے کے لئے ان کی تربیت کریں یعنی بچے کی اس طرح سے تربیت کریں کہ مستقبل میں ان کو معاشی اور سماجی طور پر ایک مناسب مقام حاصل ہو۔اس حدیث کے مطابق بھی والدین پر شرعی طور پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت کریں۔

تیسری دلیل: حدیث زکریا ابن آدم

{عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ زَكَرِيَّا اِبْنِ آدَمَ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ : اَلَّذِي يَطْلُبُ مِنْ فَضْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مَا يَكُفُّ بِهِ عِيَالَهُ أَعْظَمُ أَجْراً مِنَ اَلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ}[1] جو شخص اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کی حفاظت کے لیے روزی تلاش کرے تو اسے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے سے زیادہ اجر ملے گا۔

سندی اعتبار سے تمام راویان معتبر اور موثق ہیں اس لئے یہ حدیث معتبر ہے۔ دلالت کے اعتبار سے یہ حدیث کسب و کار اور خاندان کے بارے میں ہے۔اس حدیث کے مطابق اپنے گھر والوں کے لیے حلال طریقہ سے رزق و روزی کسب کرنے کو فضل اور لطف الٰہی قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی تعلیمات کے مطابق بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت کرتے وقت ان کو یہ باور کروانا ہے کہ حلال طریقہ سے کسب و کار اور مال و دولت جمع کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے بنابراین اس عظیم ثواب سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ والدین اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تربیت دین اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق کریں تاکہ ان کو حلال و حرام کی تمیز حاصل ہو۔

[1] الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ۵: ۸۸)

چوتھی دلیل: حدیث موسی بن اسماعیل

« وَ مِنْهُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْأَشْعَثِ عَنْ مُوسَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص الْعِبَادَةُ سَبْعُونَ جُزْءاً أَفْضَلُهَا فِي طَلَبِ الْحَلَالِ»[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبادات کے ستر حصے ہیں جن میں سب سے زیادہ فضیلت حلال رزق وروزی کی تلاش ہے۔ اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن مسلم غیر امامی لیکن توثیق شدہ ہے لہٰذا سندی اعتبار سے یہ حدیث معتبر ہے۔

اس حدیث کے مطابق حلال روزی کمانے کے لیے معاشی طور پر جہد و جہد کرنے کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔ عبادات کے ستر حصوں میں سے بہترین حصہ حلال طریقہ سے کسب معاش کرنا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں اس مذہبی ثقافت کو کیوں اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اسلامی معاشرے میں عبادت کے صرف ایک حصے کی قدر ہے اور عبادت کے سب سے افضل حصے کو دنیاداری اور بے فائدہ سمجھا ہے۔ اگر کسب و کار اور حلال طریقہ سے کمانا اسلامی معاشرے میں اہمیت کا حامل ہو جائے تو اسلامی معاشرہ سے پسماندگی اور فقر ختم ہو جاتا ہے۔ اگر معلّمین اور والدین صرف اسی حدیث کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی میدانوں میں تربیت کریں تو یقینی طور پر معاشرے سے فقر و تنگدستی کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت بھی سنبھل جائے گی اور دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہو گا۔

پانچویں دلیل: حدیث علی بن غراب

عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ أَبِي اَلْخَزْرَجِ اَلْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ غُرَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ أَلْقَى كَلَّهُ عَلَى اَلنَّاسِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ يَعُولُ[2]. علی بن غراب کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو اپنی زندگی کا بوجھ دوسروں پر ڈالتا ہے وہ ملعون، ملعون ہے۔ جو اپنے گھر والوں کو برباد اور بے حال چھوڑے وہ ملعون، ملعون ہے۔

سندی اعتبار سے جو سلسلہ سند موجود ہے اس میں الحسن بن الزبرقان ابوالخزرج موجود ہے جو امامی غیر موثق ہے لیکن ایک اور سلسلہ سند کے مطابق تمام روایان امامی اور معتبر ہیں۔ دلالت کے اعتبار سے اس حدیث کے مطابق جو شخص اپنی زندگی کا بوجھ دوسروں پر ڈالتا ہے وہ ملعون ہے۔ ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شارع کو یہ کام پسند نہیں بلکہ منفور ہے۔ یہ حدیث صرف

---

[1] حر عاملی، بحار الانوار، ج ۴۷، صفحہ ۱۴۰

[2] کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی ج ۴ ص ۱۲

آرام سے بیٹھ کر کھانے والوں کے لئے ہے جو اپنی تمام تر توانائیوں کو استعمال میں لانے کے بجائے دوسروں پر بوجھ بن کر بیٹھ جاتا ہے۔اس حدیث کے مطابق والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی طور پر اس طرح سے تربیت کریں کہ وہ حلال طریقہ سے کمانے کے لئے سعی و کوشش کریں اور نہ فقط اپنے لئے کمائے بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے رزق حلال کمانے کا باعث بنے۔بیکاری تمام برے کاموں کی جڑ ہے جس سے انسان سست ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ دوسروں پر بوجھ بننا اللہ کے نزدیک ناپسند اور قبیح کام ہے لہٰذا خداوند متعال کی رضا مندی کی خاطر نہ فقط والدین کو حلال کسب وکار انجام دینا اور حرام کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے بلکہ اپنی بچوں کی بھی اسلامی دستورات کے عین مطابق معاشی اور اقتصادی تربیت کرنا چاہیے۔

چھٹی دلیل: روایت اسحاق بن عمار

محمد بن يحيي عن احمد بن محمد عن جعفر بن يحيي الخزاعي عن ابيه يحيي بن ابي العلا عن اسحاق بن عمار قال:(دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ ع فَخَبَّرْتُهُ أَنَّهُ وُلِدَ لِي غُلاَمٌ فَقَالَ أَ لاَ سَمَّيْتَهُ مُحَمَّداً قَالَ قُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ قَالَ فَلاَ تَضْرِبْ مُحَمَّداً وَ لاَ تَسُبَّهُ جَعَلَهُ اَللَّهُ قُرَّةَ عَيْنٍ لَكَ فِي حَيَاتِكَ وَ خَلَفَ صِدْقٍ مِنْ بَعْدِكَ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فِي أَيِّ اَلْأَعْمَالِ أَضَعُهُ قَالَ إِذَا عَدَلْتَهُ عَنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ فَضَعْهُ حَيْثُ شِئْتَ لاَ تُسْلِمْهُ صَيْرَفِيّاً فَإِنَّ اَلصَّيْرَفِيَّ لاَ يَسْلَمُ مِنَ اَلرِّبَا وَ لاَ تُسْلِمْهُ بَيَّاعَ اَلْأَكْفَانِ فَإِنَّ صَاحِبَ اَلْأَكْفَانِ يَسُرُّهُ اَلْوَبَاءُ إِذَا كَانَ وَ لاَ تُسْلِمْهُ بَيَّاعَ اَلطَّعَامِ فَإِنَّهُ لاَ يَسْلَمُ مِنَ اَلاِحْتِكَارِ وَ لاَ تُسْلِمْهُ جَزَّاراً فَإِنَّ اَلْجَزَّارَ تُسْلَبُ مِنْهُ اَلرَّحْمَةُ وَ لاَ تُسْلِمْهُ نَخَّاساً فَإِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ص قَالَ شَرُّ اَلنَّاسِ مَنْ بَاعَ اَلنَّاسَ) [1]

اسحاق بن عمار سے ایک مفصل اور مشہور روایت نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام صادق کے پاس گیا اور ان سے کہا: میرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا: کوئی نام رکھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب جب کہ تم نے اس کا نام محمد رکھا ہے تو اسے مت مارو اور نہ اس کی توہین کرو، پھر انہوں نے اس کے لیے دعا کی۔اس نے پوچھا: میں اسے کس کام میں لگاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پانچ مشاغل کا انتخاب مت کرنے دو اسی طرح بعض ایسے مشاغل جو ناپسند ہیں ان کا ذکر ذیل میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اپنے بیٹے کو ان مشاغل کی طرف مت لے جاؤ۔

اس روایت کی سند میں جعفر بن یحیٰی الخزاعی اور یحیٰی بن ابی العلا موجود ہے جس کی بناپر یہ روایت معتبر نہیں ہے۔دلالت کے اعتبار سے اس روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے باپ سے فرمایا ہے کہ تمہارا بچہ مکروہ کسب وکار کا انتخاب نہ کرے یعنی والد اپنے بچے کے لئے اس طرح سے زمینہ فراہم کریں کہ وہ مکروہ مشاغل کو انتخاب کرنے پر مجبور نہ ہو جیسے صرافی کرنا، کفن بیچنا اور حجامت وغیرہ۔بنابراین جب مکروہ کسب و کار کا انتخاب ممنوع ہو تو حرام کسب و کار بطریق اولی ممنوع ہوگا۔لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنے اولاد کے لئے کسی باارزش شغل کے انتخاب میں ان کی مدد کریں اور ان کے لئے زمینہ فراہم

---

[1] الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ۱۱۴۔

کریں یعنی وہ ایسے کسب و کار کا انتخاب کریں جو مستحب ہو اور عرف میں بھی کوئی باارزش شغل ہو تاکہ وہ حرام کسب و کار سے اجتناب کریں۔ سند کی ضعف کی وجہ سے یہ حدیث ہمارے مدعی کے لئے موید بن سکتا ہے۔

ساتویں ویں دلیل: روایت طلحہ بن زید

(أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَعْفَرٍ ع قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص قَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ خَالَتِي غُلَاماً وَ نَهَيْتُهَا أَنْ تَجْعَلَهُ قَصَّاباً أَوْ حَجَّاماً أَوْ صَائِغاً.)[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہدیہ کیا اور کہا: اس غلام کو حجامت، قصابی اور زرگری وغیرہ کا کام کرنے مت دو۔

اس روایت کا سند معتبر نہیں ہے لیکن اس روایت کے مطابق حجامت کا شغل انتخاب کرنا مکروہ ہے۔ والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت کے لئے سعی و کوشش کریں تاکہ بچے اپنے معاشی اور اقتصادی کاموں میں حلال کسب وکار کا انتخاب اور حرام کسب وکار سے اجتناب کریں۔ معصومین علیہم السلام دوسروں کے لئے نمونہ عمل تھے اس لئے صرف موعظہ اور نصیحت نہیں کرتے تھے بلکہ معاشرے کے لیے مفید سخت کام وہ خود انجام دیتے تھے جیسے: چرواہے کا کام، سلائی کرنا، زراعت اور مویشی پالنا وغیرہ۔

د: عقلا عالم کی سیرت

زمانہ قدیم سے عقلا عالم کا طرز عمل بچوں کی معاشی اور اقتصادی تعلیم وتربیت رہا ہے اگرچہ معاشی اور اقتصادی نظام انسانی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ابتدائی حالت سے نکل کر نہایت ہی پیچیدہ شکل اختیار کر چکا ہے۔ دن بدن علم تخصص کی طرف بڑھ رہا ہے اور ہر چیز کے لئے تعلیم وتربیت ایک ضرورت بن چکی ہے۔ عقلا عالم کی بھی یہی سیرت رہی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نسل در نسل معاشی اور اقتصادی تربیت کرے۔ سیرہ عقلا عالم تنہا کسی شرعی حکم کے لئے حجت اور شرعی دلیل نہیں بن سکتا جب تک شارع کی طرف سے موافقت اور تائید حاصل نہ ہو۔ عقلا عالم کی اس سیرت اور طرز زندگی کو شارع نے رد نہیں کیا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد آیات اور روایات کا ہونا شارع کی طرف سے تائید حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

[1] طوسی، محمد بن الحسن، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان) - تہران، چاپ: چہارم، ۱۴۰۷ق۔- حرّ عاملی، محمد بن حسن، ۱۳، وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، قم: مؤسسہ آل البیت (ع)

نتیجہ:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔انسان کی خلقت کا مقصد معرفت اور قرب خداوندی حاصل کرنا ہے۔ اسلام دین تعلیم و تربیت ہے اسی لئے خداوند متعال نے انسان کی تربیت کا بندوبست انسان کی تخلیق سے پہلے فراہم کیا اور انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اس کے اندر ایسی صلاحیت ودیعت کی کہ جس کے ذریعہ انسان اگر اپنے وجدان کی طرف توجہ کرے تو اس کا وجدان اسے رہنمائی کرے۔ خداوند متعال نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان کامل، مربی اور انبیاء بھیجے تاکہ وہ انسان کو اس کی فطرت کے مطابق تربیت کرے۔ تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت { جیسے جسم، روح، ذہن، اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ } میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانا یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنا تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔

اسلامی تعلیم و تربیت کے مختلف شعبے ہیں، معاشی و اقتصادی تعلیم و تربیت ان اہم شعبوں میں سے ایک ہے۔ معاشی اور اقتصادی تعلیم و تربیت سے مراد بچوں کو اسلامی معاشی اور اقتصادی اصول و قواعد کی تعلیم دینا ہے تاکہ وہ ان اصول اور ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے حلال مال کسب کرنے کی کوشش کریں اور حرام مال کسب کرنے سے اجتناب کریں۔ بعبارت دیگر معاشی تعلیم و تربیت سے مراد بچوں کو قرآن و حدیث اور فقہ کی ہدایات پر مبنی صحیح بصیرت فراہم کرنا ہے تاکہ معاشی اور اقتصادی میدان میں وہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں۔ والدین کے سب سے اہم فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بہتر طریقہ سے زندگی گزارنے کا ہنر سکھائیں۔ معاشیات بھی ایک ایسا ہنر ہے جو سیکھا جا سکتا ہے۔ بچوں کو کفایت شعاری، پیسے کی حصول اور اس کی حفاظت کی تعلیم و تربیت دینا تربیت اقتصادی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو معاشرے میں ترقی اور خوشحالی کے لیے تیار کریں۔ انہیں ایک صحت مند، دیانت دار اور معاشرے کا پابند فرد بنائیں۔ بچوں کو حلال کسب و کار کے ذریعہ پیسہ کمانے اور معاشی طور پر بہتر زندگی گزارنے کا ہنر سکھانا چاہیے۔ کسب و کار دو صورتوں میں واجب ہو جاتی ہے۔ پہلا یہ کہ اپنے اور اپنے اہل عیال جن کا نفقہ اس پر واجب ہوں ان کی زندگی کے اخراجات صرف اسی کے کسب و کار پر ہی منحصر ہوں تو اس صورت میں اس پر واجب ہے کہ وہ حلال کسب و کار کے ذریعہ اپنا اور اہل و عیال کا اخرچہ پورا کریں۔ یعنی اس صورت میں پر اس شخص پر کسب و کار کرنا واجب عینی ہوگا۔ دوسرا: کسی بھی قسم کا کاروبار جو معاشرتی نظام کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہو تو یہ بھی ہر ایک پر واجب ہو جاتا ہے۔ یہ واجب کفائی ہے۔ لیکن اپنے خاندان کی فلاح و بہبود اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے مقصد سے کاروبار کرنا مستحب ہے۔ جن صورتوں میں کاروبار کرنا واجب نہ ہو ہے اور ایسے اہداف بھی نہ ہو جن کی وجہ سے کسب و کار مستحب ہوتا ہو تو اس صورت میں کسب و کار مباح اور جائز ہے۔

قرآنی آیات اور روایات اس اہم نکتہ کی طرف تاکید کرتا ہے کہ انسان کے لئے حلال کسب وکار کا انتخاب لازم ہے۔حرام طریقہ سے پیسہ کمانے کی اسلام نے سختی سے منع کیا ہے کیونکہ اخروی عذاب کے ساتھ ساتھ دنیامیں بھی اس کے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں ۔ بچوں کی معاشی اوراقتصادی تربیت کرکے والدین نہ فقط اولاد کی آخروی زندگی سنور سکتے ہیں بلکہ دنیاوی زندگی بھی ان کے لئے جنت بنا سکتے ہیں۔

عمومی اور خصوصی دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی معاشی اوراقتصادی تربیت کریں، کیونکہ اگر بچوں کو مناسب معاشی اوراقتصادی تربیت نہ دی جائے توانہیں زندگی میں بہت سے مسائل کا سامنا کرناپڑتا ہے جو دیگر تربیتی شعبوں کو بھی بری طرح اثر انداز کر سکتا ہے۔لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی معاشی اوراقتصادی تعلیم و تربیت کے لئے منصوبندی اورپروگرام مرتب کریں ۔

معاشی تربیتی نکات

۱۔ بچوں کی معاشی تربیت میں ضروری ہے کہ خاندان کے معاشی مسائل اور فضول خرچی پر توجہ دی جائے۔

۲۔ خاندانی معیشت کے دو بنیادی پہلو ہیں: پہلا حلال روزی کمانے کے ذریعہ آمدن کا انتظام اور دوسرا پیسے کو صحیح اندامیں خرچ کرنا۔

۳۔ والدین اپنے بچوں کو اس بات کی تعلیم دیں کہ وہ بغیر اجازت کے دوسرے لوگوں کے اموال کو ہاتھ نہ لگائیں۔اسی طرح والدین کو چاہیے کہ وہ مالی طور پر دیانتدار ہوں اور اپنے بچوں سے مالی مسائل نہ چھپائیں۔

۴۔ تمام تربیتی اصول جیسے کفایت شعاری، اعتدال، غیر ضروری مطالبات سے گریز کرنا اور لالچ سے پرہیز کرنا، خاندانی تربیت خاص طور پر بچپن میں ان نکات کی تعلیم نہایت ہی ضروری ہے۔

۵۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو خاندان کے معاشی حالات اور موجودہ پابندیوں اور شرائط سے آگاہ کریں۔

۶۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سکھائیں کہ وہ پیسہ معاشی سوچ اور فکر کے ساتھ خرچ کریں اور جو کچھ ملے اسے خرچ نہ کریں۔

۷۔ بچوں کی معاشی تعلیم میں ہمیں خود کو آمدنی اور اخراجات تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ بچوں کو بڑے بڑے معاشی نظام اور افکار سے متعارف کرانا چاہیے۔

۸۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سکھائیں کہ دولت اور پیسہ کیسے حاصل کیا جاتا ہے، اسے کیسے بچایا جاتا ہے اور اسے کیسے خرچ کیا جاتا ہے۔

۹۔ والدین کو اپنے بچوں کو سکھانا چاہیے کہ پیسہ اور سرمایہ محنت سے کمایا جاتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ ہمیں سخت کام کرنا ہے تا کہ اس کے مقابلہ میں ہم پیسہ اور سرمایہ حاصل کر سکیں۔

۱۰۔ بچوں کی معاشی تربیت میں والدین کو چاہیے کہ وہ انہیں مناسب خرچ اور بچت کا تصور سکھا دیں، کیونکہ بچے اپنی ساری رقم ایک ساتھ خرچ کرنا پسند کرتے ہیں۔

۱۱۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اس بات کی تعلیم دیں کہ جب ان کی آمدنی ہو تو معاشرے میں موجود دوسرے افراد جن کی معاشی حالت ٹھیک نہیں ہیں ان کے حوالے سے بھی وہ خاص ذمہ داری رکھتے ہیں۔ بچوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے میں وہ صرف اور صرف اپنی یا اپنے رشتہ داروں کے ضروریات کو پورا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ معاشرے میں موجود معاشی طور پر کمزور افراد کے ضروریات کو پورا کرنے کے بھی ذمہ دار ہیں۔

۱۲۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو بخشش اور انفاق کا تصور بھی سکھائیں اور اپنے بچوں سے کہیں کہ وہ اپنی رقم کا کچھ حصہ کم آمدنی والے گھرانوں کے بچوں کے لیے اسٹیشنری یا کپڑے خریدنے کے لیے مختص کریں۔ اتنی مقدار میں انفاق بچوں میں بخشش اور انفاق کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

۱۳۔ اولاد کی معاشی تربیت واجب کفائی ہے اور والدین یا کوئی اور فرد اس ذمہ داری کو ادا کریں تو والدین سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جائے گی۔

۱۴۔ بچوں کی معاشی تربیت کے لئے والدین اور اساتذہ کو قصد قربت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ قصد قربت خالص اور الٰہی نیت سے اس عمل کی قدر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور نفسیاتی طور پر یا غیر مستقیم طور پر بچوں کی شخصیت پر اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔

منابع:

قران کریم

نہج البلاغہ

۱. ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، الحکم المنسوبۃ الی امیر المؤمنین (علیہ السلام) شمارہ ۸۱۷.

۲. ابن فارس، احمد بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، قم، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، اول، ۱۴۰۴ق.

۳. ابن منظور، ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، چاپ اول، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۴. اعرافی، علی رضا، سید نقی، تربیت فرزند با رویکرد فقہی، موسسہ اشراق و عرفان قم.

۵. آمدی تمیمی، عبدالواحد، غرر الحکم و درر الکلم، تحقیق: سید جلال الدین محدث الاموری، ح۸۰۶۱ تہران: دانشگاہ تہران ۱۳۶۶ش،

۶. حرّ عاملی، محمد بن الحسن، وسایل الشیعۃ، بیروت، الحیاۃ التراث العربی، ۱۳۸۹ھ.ق.

۷. حسینی، سید رضا، الگوی تخصیص در آمد و رفتار مصرف کنندہ مسلمان، تہران: مؤسسہ فرہنگی دانش و اندیشہ معاصر.

۸. دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ، دانشکدہ ادبیات دانشگاہ تہران، موسسہ انتشارات و چاپ دانشگاہ تہران، ۱۳۷۷ش.

۹. راغب اصفہانی، حسین، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داودی، چاپ اول، بیروت، دار العلم الدار الشامیۃ، ۱۴۱۲ق.

۱۰. شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی)، تحقیق: مہدی رجائی، قم: مؤسسۃ آل البیت، ۱۴۰۴ق.

۱۱. صدوق، محمد بن علی ابن الحسین، من لایحضر الفقیہ، دار التعارف بیروت لبنان ۱۴۰۱ھ.

۱۲. طریحی فخر الدین بن محمد، مجمع البحرین، عادل محمود، قم: دفتر نشر فرہنگ اسلامی. ۱۳۶۷ش

۱۳. طوسی، محمد بن الحسن، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان) - تہران، چاپ: چہارم، ۱۴۰۷ق.

۱۴. طوسی، محمد بن الحسن بن علی طوسی، الخلاف، من مکتبہ الکتب الکاظمین البروجردی.

۱۵. عمید، حسن، فرہنگ عمید، نشر فرہنگ اندیشمندان، تہران، ۱۳۸۸،

۱۶. فراہیدی، خلیل بن احمد، العین، بیروت: دار الحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ق۔

۱۷. فراہیدی، خلیل بن احمد، العین، قم: انتشارات ہجرت، ۱۴۱۰ق،

۱۸. قمی، علی بن ابراہیم، تفسیر قمی، چاپ سنگی.

۱۹. کاشف الغطاء، جعفر بن خضر کشف الغطاء عن مبہمات الشریعۃ الغراء، قم دفتر تبلیغات، اول.

۲۰. کلینی محمد بن یعقوب، اصول کافی، ترجمہ ۶ جلدی، حدیث ۲، نشر اسوۃ، قم ۱۳۷۹ھ. ش.

۲۱. گرامی، محمد علی، بی تا، در بارہ مالکیت خصوصی در اسلام، قم: روح.

۲۲. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار الائمہ الاطہار (ع)، بیروت: مؤسسہ الوفاء، دوم. ۱۴۰۳ق،

۲۳. محمدی ری شہری، محمد، الگوی مصرف از نگاه قرآن و حدیث، قم: دارالحدیث، اول. ۱۳۸۸ش
۲۴. مصطفوی، سید محمد کاظم، مائة قاعدة فقهية، قم :اسلامی، چهارم.
۲۵. موسایی، میثم، دین وفرہنگ توسعه، تهران: معاونت پژوهشی سازمان تبلیغات اسلامی. ۱۳۷۴ش،
۲۶. نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، تحقیق، شبیری زنجانی، قم: مؤسسة النشر الاسلامی، ۱۴۱۶ق.
۲۷. نوری، طبرسی میرزا حسین، مستدرک الوسایل، موسسه احیاء التراث قم.